لسانی جھگڑوں کا واحد حل

جناب ڈاکٹر سید محمد یوسف
پروفیسر عربی، جامعہ کراچی

مولانا مفتی محمود کی خدمت میں

عربی
کو
لازمی قرار دیجئے

مولانا غلام غوث ہزاروی نے فرمایا تھا کہ "جمعیۃ عرصہ دراز سے یہ مطالبہ کر رہی ہے کہ انگریزی کی جگہ عربی کو نافذ کر دیا جائے تاکہ زبان کا تنازعہ یکسر ختم ہو جائے۔ ملک کے صوبوں میں جدا جدا زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اگر ان صوبوں میں انگریزی سرکاری زبان کی حیثیت سے نافذ کی جا سکتی ہے۔ تو عربی کیوں نہیں کی جا سکتی۔ عربی کو پاکستان کے تمام عوام قبول کر لیں گے۔ کیونکہ وہ اس کا زبردست احترام کرتے ہیں" (جنگ، کراچی ۳۰ اگست ۱۹۷۱ء)۔ جمعیۃ کے برسر اقتدار آنے کے بعد بھی مولانا نے عربی زبان کو لازمی قرار دینے کا مطالبہ کیا ہے۔ (حریت ۲۳ مئی ۱۹۷۲ء) مفتی محمود کی طرف سے اس وعدہ کی پابندی اور اس مطالبہ سے اتفاق لازمی امر ہے۔ لیکن ابھی تک موصوف نے اس طرف توجہ نہیں دی ہے۔ حالانکہ یہ دین، ثقافت، قومی اتحاد اور عرب اور اسلامی دنیا سے ارتباط کے لئے بنیادی مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ پشتو اور بلوچی نے اپنا جائز مقام لینے کے لئے تیاری شروع کر دی ہے۔ اس ذیل میں بلوچی کے لئے رومن رسم الخط کی بھی تجویز ہے۔ اردو کے نادان اور خود غرض دوستوں نے کوئی تعمیری کام نہ کیا اور اردو کو سیاسی نعرہ بنا دیا۔ اردو ہی کی بدولت مشرقی پاکستان ہم سے جدا ہوا۔ اور آج بچے کھچے پاکستان میں بھی اردو وجہ افتراق بنی ہوئی ہے۔ پہلے کبھی کراچی یونیورسٹی میں سندھی کو پر مارنے کی اجازت نہ تھی۔

اسی سال سندھی کا شعبہ کھلا ہے۔ اس وقت جبکہ یہ سطریں لکھ رہا ہوں۔ اس سندھی شعبہ کے دروازے کھڑکیاں توڑی جا رہی ہیں۔ اور کتابیں جلائی جا رہی ہیں۔ کل سندھ اسمبلی نے جو لسانی بل پاس کیا ہے۔ یہ اس کے خلاف احتجاج ہے۔ کیا ایسے حالات میں بھی مسلمانوں کے سامنے عربی کا نام لینا گناہ ہے ؟ اب تو اس بدنصیب ملک میں عربی کو رونے والے بھی مشکل ہی سے ملتے ہیں۔ مفتی محمود صاحب اور مولانا ہزاروی صاحب سے فریاد کی جرأت کر رہا ہوں۔

فضیلۃ المفتی ! تحیۃ وسلاما۔

مجھ جیسے عربی و اسلامی علوم کے طالب نے قیام پاکستان سے جو امیدیں باندھی تھیں۔ آج وہی امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ شدید مایوسی کے بعد یہ امیدیں دوبارہ اس اعتماد کے ساتھ ابھری ہیں کہ آپ عربی و اسلامی علوم کے ماہر ہیں۔ اور اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ ان علوم کے ساتھ مکر و نفاق، اسلام اور اسلام کی بنیاد پر قائم معاشرہ اور حکومت، سب کے ساتھ غداری ہے۔

دورِ ایوبی کا سب سے گھناؤنا عمل اسلام کی تدریس اور علمی تحقیق سے متعلق ہے۔ تعلیم کے شعبہ میں ایوب نے ایسے نام نہاد ماہرین سے کام لیا جو آمریت کے مقاصد کی تکمیل میں اس کے ممد و معاون ثابت ہوئے۔ انہیں میں سے ایک دو نے عربی و اسلامی علوم کا جاہل مطلق ہونے کے باوجود بڑی ڈھٹائی سے اسلام کا ٹھیکہ لے لیا۔ اور آمریت کے حق میں اسلام کا استغلال کرنے کے لئے وہ "اسلامیات" ایجاد کی جو آج ہمارے اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیوں میں رائج ہے۔ اس اسلامیات کو بالقصد عربی سے جدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایم۔ اے اسلامیات بھی قرآن و حدیث کے ادنیٰ فہم سے قاصر رہتا ہے۔ اور صرف اردو یا انگریزی میں اسلام کی "تحسین ناشناس" کا عادی ہو جاتا ہے۔ یہ عوام کے دینی جذبات کو سلانے کے لئے ایک افیون ہے۔

اسی کی بدولت اسلام ایک "نظریۂ حیات" بن چکا ہے۔ اور اس نظریہ (آئیڈیالوجی) نے ہمارے یہاں (کراچی یونیورسٹی میں) ایک مستقل تدریسی مادہ کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ پوری تاریخ میں عربی اسلامی علوم کے خلاف اتنی بڑی منظم سازش نہیں ہوئی۔ خالص علمی نقطۂ نظر سے بھی اسے کوئی دیانت دار، مسلم تو مسلم، غیر مسلم بھی روا نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ یورپ کی یونیورسٹیوں میں اسلامیات سے مراد عربی زبان اور قرآن و حدیث ہے۔ اس کے برخلاف ہمارے یہاں اسلامیات میں عربی زبان

اور قرآن و حدیث کے سوا سب کچھ ہے۔

اسلام سے متعلق علمی تحقیق اور ریسرچ کے جو ادارے قائم کئے گئے ان میں بھی دیدہ و دانستہ عربی و اسلامی علوم کی مرکزی اہمیت کو نظر انداز کیا گیا، چنانچہ اندرون ملک اور بیرون ملک یہ ادارے کوئی وقار حاصل نہ کر سکے اور شک و شبہ کی نظر سے ..... دیکھے جانے لگے۔

ہمارے ملک میں بالخصوص کراچی میں، ایک مفاد پرست طبقہ ایسا بھی ہے جس نے اسلام کا رشتہ عربی سے توڑ کر اردو سے جوڑ رکھا ہے۔ اس سے خود اردو کی صورت بگڑ گئی ہے۔ اور اسکی توانائی ختم ہوگئی ہے، دوسری طرف اردو منافرت اور افتراق کا سبب بن گئی ہے۔

ان حالات میں چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔ آپ صوبہ سرحد تک ان کو عملی جامہ پہنانے کے مجاز ہیں۔ ایک اچھی مثال قائم ہوگی تو ملک کے دوسرے حصے بھی اس سے متاثر ہونگے۔

۱- ابتداء سے لیکر اعلیٰ درجہ تک جو بھی دینی تعلیم ہو، اس کا محور عربی زبان و ادب اور قرآن و حدیث ہونا چاہیئے۔ "اسلامی نظریہ" کی اصطلاح کو یکسر خارج کر دینا چاہیے۔ یہ خالص مغربی اصطلاح ہے اور اسلامی شریعت سے کترانے کے لئے اور اسلامی قوانین سے توجہ ہٹانے کے لئے رائج کی گئی ہے۔

۲- یہ تو ہر مکتب خیال کے نزدیک مسلّم ہے کہ عصری تقاضوں کی خاطر انگریزی کی تعلیم لازمی رہے گی۔ کیا عربی کی لازمی تعلیم دین، ثقافت، نیز سیاست اور اتحاد اسلامی کا تقاضا نہیں؟ پھر کیوں نہ عربی کو لازم کیا جائے؟ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے ——— دینی مدارس میں اردو کبھی نہیں پڑھائی گئی، عربی پڑھائی جاتی تھی۔ (اور آج بھی صرف عربی پڑھائی جاتی ہے۔) اسی سے اردو کو اور قومی یکجہتی کو فروغ ہوا۔ اور اسی کی بدولت علاقائی زبانیں ایک دوسرے سے قریب آئیں اور ان میں اسلامی افکار اور عربی الفاظ نے قدر مشترک کی حیثیت سے جگہ پائی۔ یہ ایک دھوکا ہے کہ اردو قومی اتحاد کی علامت ہے۔ قومی یکجہتی کا دارومدار عربی اسلامی علوم پر ہے۔ اگر اردو کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ تو وہ خود اپنے نمو کے لئے عربی کی محتاج ہے۔ اس لئے لسانی نزاع کا بہترین حل یہ ہے کہ انگریزی اور عربی کو لازمی قرار دے کر طالب علم کو اختیار دیا جائے کہ وہ اردو، سندھی، پشتو، بلوچی میں سے کوئی ایک تیسری زبان پڑھے (جہاں تک اس زبان میں اعلیٰ ادب پایا جاتا ہو۔) ——— بنگال میں بھی عربی زبان سیکھنے میں کسی کو تامل نہ تھا۔

باقی ص ۳۷ پر